مطبوعات

فقہ الزکوٰۃ (حصہ اوّل) از جناب ڈاکٹر یوسف القرضاوی - اُردو ترجمہ از ساجد الرحمٰن صدیقی۔
ناشر: البدر پبلی کیشنز ۔ ۲۳ راحت مارکیٹ - اُردو بازار لاہور ۲ - صفحات قریباً سوا تین سو۔
قیمت: ۲۱/- روپے

عربی زبان میں ڈاکٹر یوسف قرضاوی دینی موضوعات پر ایک صاحبِ اعتبار شخصیت ہیں - اور سادہ زبان میں دلنشین طرزِ انشاء کے ماہر - ان کی مشہور کتاب فقہ الزکوٰۃ (دو ضخیم جلدیں) بڑی قبولیت رکھتی ہے - یہ ایسی پہلی کامیاب کوشش ہے کہ زکوٰۃ کی حکمت کے ساتھ اس کا شرعی قانون اور قانون کے تحت تفصیلی فقہی ضابطے یکجا پیش کیے گئے ہیں - اس کتاب کا ترجمہ ادارۂ معارفِ اسلامی کراچی کے اہتمام سے ساجد الرحمٰن صدیقی کر رہے ہیں - ترجمے کا حصہ اوّل سامنے ہے - بقیہ کام تین مزید حصوں میں مکمل ہوگا - ترجمے کی باریکیوں کو جانچنا تو یہاں ممکن نہیں، فی الجملہ اچھا خاصا ہے - اگرچہ سرورق موٹے آرٹ پیپر کا ہے - یعنی پیپر بیک طرز پر، مگر پھر بھی ۲۱/- روپے غیر تاجرانہ قیمت ہے -

---

نورالدین محمود زنگی تالیف جناب طالب ہاشمی - ناشر: قومی کتب خانہ لاہور - صفحات: ۳۳۲
پیپر بیک جلد مع رنگین گرد پوش - قیمت: صرف ۲۶/- روپے -

جناب طالب ہاشمی آج ایک صاحبِ مقام مصنّف ہیں - انہوں نے اپنے ذمہ یہ فریضہ لیا ہے کہ وہ شجرۂ ملّت کی کونپلوں کا تعلق جڑوں سے قائم رکھیں گے - صحابہ اور صحابیات اور سلاطینِ عادل کے سوانحی حالات کے ساتھ وہ مؤرخانہ ذمہ داریاں بھی ادا کرتے ہیں - مثلاً پیشِ نظر کتاب صرف ایک شخصیت کی سوانح عمری نہیں ہے، بلکہ ایک دَور کی تاریخ بھی ہے - عباسی دَور کا عروج و شکوہ اپنی جگہ، لیکن اُس دَور میں ہماری تاریخ کے دریا میں پے درپے ایسے گرداب پڑے کہ کشتی کا بچ کر نکلنا مشکل ہوگیا - عباسیوں

نے عجمیوں کو عربوں کے خلاف استعمال کیا۔ پھر آٹھویں خلیفہ المعتصم باللہ نے ترکوں کو بطور ایک تیسرے عنصر کے اُبھارا۔ اور ترک آہستہ آہستہ درباری سیاست پر حاوی ہو گئے۔ ۳۳۴ھ میں آلِ بُویہ (شاہانِ دیلم) نے ترکوں کی جگہ لی۔ پھر طوائف الملوکی کا دور شروع ہوا۔ اُدھر ہسپانیہ میں پہلے مرابطین اور پھر موحدین اُبھرے اور آخر انتشار پھیل گیا۔ شمالی افریقہ میں فاطمی خلافت کا آغاز ہوا۔ اور ۴۲۷ھ میں بغداد پر سیاہ فاطمی علَم لہرانے لگا۔ ۳۱۸ھ میں قرامطہ نے مکہ پر حملہ کر کے حاجیوں کو قتل کیا اور شعائرِ حرم کی شدید توہین کی۔ ۴۴۷ھ میں سلطان طغرل بیگ کے زیرِ علَم سلجوقیوں کا بغداد پر تسلط ہوا۔ اُدھر حسن بن صباح کی باطنیوں نے مسلمانوں کی دینی و دُنیوی شخصیتوں کے قتل کی مہم شروع کی۔ ۱۱۵ھ میں صلیبی جنگوں کا دور شروع ہو گیا۔

یہ تھا ماحول جس کی تاریکیوں سے پہلے زنگی خاندان کا عماد الدین نمودار ہوا اور پھر نور الدین۔ نور الدین نے خوفناک طوفانی دور میں سفینۂ ملّت کی پتوار سنبھالی اور موج در موج فتنوں کا مقابلہ کیا اور صلیبیوں کو منہ توڑ جواب دیا۔

مگر نور الدین صرف ایک سلطان اور سپہ گر ہی نہیں تھا، صاحبِ ایمان و کردار مسلم بھی تھا۔ اس کی شخصیت اور کارناموں کو سمجھنے کے لیے آج ہمارے پاس طالب ہاشمی کی بہترین کتاب موجود ہے جس کی قیمت بھی حیرت ناک حد تک کم ہے۔

سعدؓ بن ابی وقاص | تالیف: طالب ہاشمی۔ ناشر: قومی کتب خانہ لاہور۔ صفحات: ۲۶۴۔ پیپر بیک طرز کی جلد مع رنگین گرد پوش۔ قیمت: -/۱۶ روپے

سعدؓ بن ابی وقاص صف اوّل کے صحابی ہیں۔ ایک روایت کے بموجب جس دن حضرت ابوبکر صدیق ایمان لائے، اُسی دن چند گھنٹوں کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص بھی مسلمان ہو گئے۔ سابقون الاوّلون میں اُن کا نمبر تیسرا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر ابتدائی دورِ دعوت میں حصہ لیا، مکہ کے ابتلا سے گذرے، ہجرت کی، غزوہ بدر و اُحد کے علاوہ دیگر غزوات و سرایا میں شریک ہوئے۔ چاروں خلفائے راشدین کے دور میں اُن کے زیرِ حکم جہاد کیا۔ بڑی بڑی فتوحات کا سہرا اُن کی قیادت کے سر بندھتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے حکم سے عراقِ عرب کے علاقے میں مدائن کو مرکز بنا کر اُس علاقے کا نظم و نسق سنبھالا اور خوبی سے کام کیا۔ کوفہ شہر کی تعمیر کرائی۔ حضرت سعدؓ ہی نے کوفہ کے وسط میں پہلی رفیع الشان کشادہ مسجد تعمیر کرائی جس میں چالیس ہزار نمازی بیک وقت

سربسجود ہوسکتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے قریب بہ نزع جن چھ اصحاب کی کمیٹی آئندہ خلیفہ کے انتخاب کے لیے بنائی تھی۔ آپ اس میں ایک سعد بن ابی وقاص تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ اور امیر معاویہ کے درمیان نزاع چلی تو وادیٔ عقیق میں گوشہ نشین ہو گئے۔ ۵۵ھ میں وفات پائی۔

اس نور افروز شخصیت کی کتابِ سوانح کا تفصیلی مطالعہ متذکرہ کتاب میں کرتے ہوئے قرونِ اُولیٰ کی تاریخ کے کئی ابواب نگاہوں کے سامنے سے گذر جاتے ہیں۔

مجھے خوشی ہوئی کہ اس کتاب کی قیمت بھی عام شرح سے بہت کم ہے۔

حضورِ اکرمؐ اور ہجرت تالیف: سید اسعد گیلانی۔ ناشر: ادارہ ترجمان القرآن، لاہور۔ صفحات: ۲۱۱
قیمت: -/۲۰ روپے

سید اسعد گیلانی کا نام بھی نمایاں ہے اور ان کا کام بھی معروف۔ لکھنے میں وہ ایک طرف ادبی حسن و لطافت رکھتے ہیں، دوسری طرف ان کی تحریروں کی فضا انقلابی ہوتی ہے۔ یہی ادبی لطافت اور جذبۂ انقلاب پیشِ نظر کتاب کو خاص توجہ کا مستحق بنا دیتا ہے۔

اسلامی اصطلاح میں ہجرت صرف نقلِ مکانی کا نام ہی نہیں، بلکہ یہ قوت کی طرف پیش قدمی اور انقلابی طرز پر سیرت سازی کا ایک پروگرام ہے۔ اسعد صاحب کی تحریر واضح کرتی ہے کہ حضورؐ کی ہجرت مظلومانہ صبر کے لمبے دور سے نکل کر جہاد کی راہ پر گامزن ہونے کا مفہوم رکھتی ہے۔

یہی واقعۂ ہجرت کی تاریخ، سو ہجرت اور ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد کے احوال کو تفصیل سے اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔ سلسلۂ بیان میں سیرت پاک اور واقعات و حالات کی تفاصیل بڑی خوبی سے سامنے آتی ہیں۔ خصوصیت سے "حرفِ اوّل" میں گیلانی صاحب نے پورے جوشِ ایمانی اور زورِ قلم سے "تاریخ میں اسلام اور مخالفِ اسلام قوتوں کی کشمکش" پر کلام کیا ہے۔ ان ابتدائی صفحات ہی میں اسلامی انقلاب کا ایک موثر درس موجود ہے۔

واقعۂ ہجرت پر شاید اس انداز کی کوئی بحث یا کتاب پہلے موجود نہیں!

فاضل بریلوی اور امورِ بدعت از جناب سید فاروق القادری - ایم اے۔ ناشر: رضا پبلی کیشنز، مین بازار، داتا صاحب، لاہور۔ صفحات: ۳۱۲ - مجلد - قیمت: ۲۴/- روپے

اِس کتاب کے تفصیلی مباحث پر گفتگو کرنے کی ضرورت محسوس کرنے کے باوجود مجھے مجبوراً اجمالی تعارف کی راہ اختیار کرنی ہے۔

پہلی بات تو میں یہ کہتا ہوں کہ فرقوں اور گروہوں سے قطع نظر، برصغیر کے علماء کی صف میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ایک مقام ہے۔

دوسری بات اس کتاب کو پڑھ کر میں نے یہ محسوس کی کہ قانونِ شریعت اور فقہی احکام کے دائرے میں ہمارے مختلف مدارس فکر کے اہلِ سنّت علماء میں کوئی بڑا بُعد نہیں ہے۔ خصوصاً مولانا بریلوی کے متعلق جو رواج یافتہ تصور اصولی عقائد اور احکام و مسائل کے دائرے میں برقرار نہیں رہتا کہ موصوف نے کوئی جادۂ انحراف اختیار کیا۔ بہت سی چیزیں متوسلین کی پیدا کردہ ہیں اور مناظرہ و مجادلہ کی فضا میں اُن میں مبالغہ پیدا ہوتا گیا۔ رہی سہی کسر کوتاہ علم واعظوں اور امامانِ مساجد نے پوری کر دی۔

تیسری بات یہ محسوس ہوئی کہ سید فاروق القادری صاحب اچھے انشاء پرداز ہیں اور اُن کا تحریر زوردار ہے، مگر انہوں نے جس غیر جانبدارانہ مقام سے بات کرنے کا عزم کیا تھا، وہ مقام چھوٹ گیا۔ ایک طرف وہ وکیل صفائی کا پارٹ ادا کرتے ہیں اور دوسری طرف حلقۂ اہلِ اختلاف کے خلاف پورے زور سے اپنا مقدمہ اُٹھاتے ہیں۔ یہ حق بھی ہمیں تسلیم، مگر انہوں نے یہ مقام کسی اور کے لیے خالی چھوڑ دیا۔ جو غیر جانبدارانہ انداز سے مختلف گروہوں کے کلمہ ہائے سوا کو پیش کر کے اُن سے اتحاد کی اپیل کرے۔

کہنے کی اصل بات یہ ہے کہ کوئی اہل حدیث ہو یا دیوبندی، وہابی ہو یا بریلوی، توحید اور ختمِ رسالت کے عقیدوں کو محکم رکھ کر الحاد و دہریت اور مغربی تہذیب کے سیلاب کے خلاف تمام مسلمانوں کو متحد کرنے کی سعی کرے اور پھر اقامتِ دین کے جہاد میں اپنا حصہ ادا کرے۔ ہم جن خوفناک قسم کی استعماری، لادین اور سیکولر طاقتوں کی زد میں ہیں۔ وہ نہ کسی وہابی کو بخشتی ہیں، نہ بریلوی کو۔ اُن کے سامنے یہ سوال نہیں کہ کون بلند آواز سے درود شریف پڑھتا ہے، کون آمین بالجہر کہتا ہے اور کون قُل کرتا ہے۔ وقت کے معرکے کو سمجھیے اور اپنے اختلافات کے باوجود ایک محاذ پر صف آرا ہو جائیے۔

چوتھی بات یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کسی فریق کی طرف سے دوسرے گروہوں سے یہ مطالبہ کرنا کہ

اپنی کتابوں کی فلاں فلاں عبارت کو بدلو، اس وجہ سے بے معنی ہے کہ ان عبارات یا ان میں شامل اصطلاحات کے مقصد و مدعا میں اختلاف ہو رہا ہے۔ ایک طرف کے قائل کا وہ منشا ہی نہیں جو دوسری طرف کا ناقد سامنے لا رہا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے آپ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق یہ بحث اٹھاتے ہیں کہ اُن کو غلط سمجھا گیا ہے۔ بعینہٖ دوسروں کو بھی یہی شکایت ہوسکتی ہے۔

بہر حال یہ کتاب اس لحاظ سے قابلِ مطالعہ ہے کہ ایک نئی طرز کی کوشش ہے اور جدید زبان و ادب میں بات کی گئی ہے۔

اسلامی سیاست تالیف: مولینا گوہر رحمٰن صاحب ۔ ناشر: دار العلوم تفہیم القرآن، مردان۔ صفحات: ۴۱۶ ۔ موٹے آرٹ کارڈ۔ خوبصورت رنگین، سرورق۔ قیمت: -/۴۵ روپے۔

پچھلے کچھ عرصہ میں جمہوریت، نمائندگی، ووٹنگ، شورائیت اور سیاسی جماعتوں کے متعلق جو بحث چھڑی رہی ہے۔ اُس میں طرح طرح کے اندازِ فکر سامنے آئے ہیں۔ اور نہایت درجہ متفرق باتیں کہی گئی ہیں۔ فکری انتشار کی اس فضا میں مولانا گوہر رحمٰن صاحب کی یہ کتاب اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ مولانا نے کتاب وسنّت کے نصوص، مسلم فقہا اور ائمہ سیاست کے حوالوں سے ہر مسئلے پر بحث کی ہے۔ دوسری طرف اُن کی نظر دورِ حاضر کی سیاسی فکر اور اداروں پر بھی ہے۔ نیز وہ تمدنی اور معاشرتی تبدیلیوں کا شعور بھی رکھتے ہیں۔ احوال و ظروف کے بدلنے سے اُصول تو نہیں بدلتے۔ مگر اُن کے عملی انطباقات میں ایک گونہ اجتہادی نقطۂ نظر سے کام لینا پڑتا ہے۔

اس کتاب کی قدر و قیمت ایک تو اس وجہ سے ہے کہ تمام متعلقہ سوالات پر اصل احکام و مآخذ کو جمع کر دیا گیا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ ماضی کے نظائر کو سامنے رکھ کر مقررہ فقہی اسلوب پر اجتہادی زاویۂ نگاہ دیا گیا ہے۔

گہری فکریں از جناب مقبول طارق۔ ناشر: طارق اکیڈمی سکھر۔ صفحات: ۴۵۵
قیمت مجلد -/۳۰ روپے۔

میرے دل میں ایسے نوجوانوں کے لیے بڑی محبت ہے جن کے دلوں میں تپش ہے، جن کے دماغ سوچتے ہیں اور جو روزمرہ زندگی کی عام ہماہمی میں کھو جانے کے بجائے فکر و کاوش سے حقیقت کا ایسا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو کسی اعلیٰ مقصد تک لے جائے۔ "گہری فکریں" کے مؤلف کو بھی میں نے ایسا ہی جوانِ بے تاب پایا۔

اس کتاب کا مواد فلسفیانہ اور پیرایۂ بیان ادبی ہے اور اس کے مؤلف نے زندگی کے متعلق کوئی اہم موضوع نہیں چھوڑا۔ تحریر جدید لٹریچر کے مطالعہ کی آئینہ دار ہے۔ مؤلف کی ساری بحثوں کو پڑھ کر میں نے جو رائے قائم کی ہے، وہ یہ ہے کہ تمام ابواب کے شاخساروں پر ایک بڑے سوال کی بیل پھیلی ہوئی ہے۔ لفظوں کو نچوڑیں تو اسی سوال کا رس نچڑنے لگتا ہے۔ میں صرف دو جملے نقل کرتا ہوں:

"اگر ہمیں خدا نے پیدا نہیں کیا تو پھر ہمارا خالق کون ہے؟ ہم کس طرح پیدا ہوئے اور کس مقصد کے لیے پیدا ہوئے۔" (ص ۱۱۱)

"وقت کی اہم ضرورت یہ ہے کہ ہم مقصدِ حیات تلاش کریں۔ جب تک انسان اپنی منزل متعین نہیں کر لیتا، جب تک زندگی کے حقیقی مقصد کی سائنسی وضاحت نہیں ہو جاتی، ہم یونہی اندھیروں میں بھٹکتے رہیں گے۔"

نوجوان مؤلف کو میں عجیب الجھن میں دیکھ کر اپنے دل میں ہزار درد محسوس کرتا ہوں کہ وہ "لا" کی منزل کو پار کیے بغیر "الا" کا پرچم بلند کر رہا ہے اور سوال کے مرحلے میں ہوتے ہوئے سوال کا وہی جواب ہمارے سامنے رکھ دیتا ہے، جو مغربی فلسفے کی طرف سے پہلے سے موجود ہے۔ جواب کیا ہے: "حیات برائے دوامِ حیات"! (ص ۱۱۲) اور اسی مفہوم کا دوسرا پیرا یہ کہ: "زندگی کی سب سے بڑی فرصت زندہ رہنا ہے" (ص ۱۱۸) فقط جہد للبقا اور اس کے لیے منفعت و مسرت کی طلب اور درد و ضرر سے گریز اور دوسری عبارات کی شہادت کے مطابق تصوراتی دورِ ماضی کی اشتمالیت کے زیرِ اثر اشتراکی نظام کی کشش!

جس مادہ پرستانہ طرزِ فکر (جس کے تحت علم کو حواس و قیاس کے دائروں تک محدود کر دیا گیا ہے مثلاً پلوٹو ہیلازم کے متعلق ساری گفتگو ہیں، نظریہ ارتقا کی بھرپور تائید اور فلسفہ افادیت وغیرہ کو اس کتاب میں مقبول طارق صاحب نے اپنے اختیار کردہ فلسفے کی حیثیت سے قبول کیا ہے۔ اس سے پیدا شدہ جدید تہذیب اور مغربی معاشرے، فلسفے اور سائنس کے خلاف جو مایوس کن تاثرات لکھے ہیں، وہ خود اس بات کے گواہ ہیں کہ وہ نظریات درست نہیں ہیں جن پر نئی دنیا تعمیر ہوئی ہے۔

بہرحال "گہری فکریں" کے حساس مؤلف سے ہم یہ امید کرتے ہیں کہ وہ کالج کے پڑھے ہوئے لٹریچر کو سامنے رکھ کر از سرِ نو مغرب اور فلسفۂ مغرب اور سائنس کی پیدا کردہ پیچیدگیوں کا مطالعہ بھی کریں اور خاص مواقع نکال کر اسلام کو اس شکل میں دیکھنے کی کوشش کریں جو علم اور جہل دونوں قسم کے ستر حجابوں کے پیچھے چلی گئی ہے۔ پھر وہ اٹھیں اور ہمارے پیش رو طبقوں اور اُن کے زیرِ اثر تعلیم یافتہ عناصر کو عقل کی جہالتوں کے چکر سے نکالیں۔ خاص طور پر فلسفے کے دائرے میں فضاؤں کو ایک ایسے عظیم نوجوان کا انتظار ہے۔

آخر مقبول طارق ہی وہ عظیم نوجوان کیوں نہ ہوں۔

فیوض الحرمین • سیّد محمد عبدالعزیز شرقی۔ ناشر: الفضل، سرور روڈ، ملتان شہر، پاکستان
صفحات: ۹۶ قیمت: دس روپے

شرقی صاحب مردِ مومن ہیں اور اسی لیے شیدائے رسولؐ۔ پہلے اُن کی محبت بار بار انہیں مدینے لے جاتی رہی۔ اب تو ڈیرے ہی کوئے جاناں میں ڈال رکھے ہیں۔ اُن کی شاداب شخصیت سے، اُن کے جذب درون کی وجہ سے نعتیہ شاعری کا سرچشمہ پھوٹا۔ نعتیں لکھتے ہیں اور والہانہ انداز سے پڑھتے ہیں۔ مروجہ فن کے ایچ پیچ سے ماورا بھی ایک نوع کی شاعری ہوتی ہے۔ جو عقل و جنون کی آمیزش سے ترکیب پاتی ہے جسے زمزمۂ عشق کہنا چاہیے۔ اُن کی محبت و عقیدت کا وزن شعر اُٹھا ہی نہیں سکتا۔ یہ تو اُن کا کمال ہے کہ شعر سے انہوں نے یہ ناممکن خدمت لے لی ہے۔ میں شرقی صاحب کے

صرف دو شعر پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

تابِ جمال لا نہ سکا میں گناہ گار مجھ کو تو دن میں تارے نظر آکے رہ گئے

گناہوں کی سیاہی دھل رہی ہے سرِ شکِ چشم تر ہے اور میں ہوں

ذکرِ دار و رسن عاطر ہاشمی۔ ناشر: احساس پبلی کیشنز۔ ۵ انار کلی لاہور۔ صفحات: ۹۶

قیمت: -/۱۲ روپے۔

عاطر ہاشمی کو کون نہیں جانتا۔ ان کے فن کا ایک سِرا "عصر" ہے دوسرا "نظر"۔ اُن کے سامنے ہونے والے واقعات کی جو لہریں گذرتی رہی ہیں۔ اُن کے "تاریخ کا جزو بننے سے پہلے اُن کا عکس عاطر ہاشمی نے اپنی شاعری کے شیشے میں اُتار لیا۔ وہ "دار و رسن" والے شاعر ہیں۔ انہوں نے سب سی طوفانوں کے تھپیڑے کھاتے ہوئے کچھ موتی اُچھالے ہیں۔ کچھ خزف ریزے، کچھ پانی کے چھینٹے، کچھ جھاگ کے گالے۔ وقت وقت کے حوادث کے تھپیڑے کھانے والے شاعر کو جو حقائق بیان کرنے ہوتے ہیں وہ اسی طرح مرکب صورت میں ہوتے ہیں۔

عنوانات میں سے چند عرض ہیں، ان سے اندازہ کیجیے کہ شاعری کی جولانگاہ کہاں تک پھیلی ہوئی ہے۔ "میرے قائد نے کہا"۔ "ناکام بھاشانی"۔ "ویت نام زندہ باد"۔ "جٹان کی ضبطی پر"۔ "حمید نظامی" "ملک غلام جیلانی سے"۔ "چاول ہے کہ سونا ہے"۔ "واپڈا کی نظر"۔ "اعرابِ فلسطین سے"۔ "اتحادِ عالمِ اسلام" وغیرہ وغیرہ۔

بدقسمتی سے اس مجموعے کا طباعتی معیار کمزور ہے۔ آخر میں ایک شعر

اس سے آگے اے غمِ دوراں! احساسِ بیداری ہے
دیوانے تو دار تک آئے، فرزانوں کی باری ہے